

پروفیسر غلام احمد عمری ایم اے

سرور کائنات معلم اعظم کی حیثیت سے

اسلام میں علم کا مقام علم کی عظمت و فضیلت کسی شک و شبہ سے بالا ہے۔ آج دنیا کی ہر قوم مادی ترقی کے لیے مصروف سعی و مہم ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ترقی کی راہیں علم و فضل ہی سے کھلتی ہیں۔ علم ہی وہ کنجی ہے جس سے ارتقائے انسانی کا مقفل دروازہ کھلتا ہے۔ یہ بات آج حقیقتِ ثانیہ بن کر اقوامِ عالم کے سامنے آئی ہے مگر دینِ اسلام چودہ صدیاں پہلے بیانگِ دہل اس کا اعلان کر چکا ہے :-

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

آپ فرمادیں کہ آیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟

دوسری جگہ فرمایا :-

لَا تَسْتَوِي السُّلَّمَةُ وَلَا النَّوْمُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَدُومُ

تاریکی اور روشنی برابر نہیں اور سایہ اور دھوپ یکساں نہیں ہیں۔

آغازِ آفرینش میں جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً (میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں) تو فرشتوں نے اس بات کی حکمت معلوم کرنا چاہی کہ انہیں نظر انداز کر کے آدم علیہ السلام کو اس منصبِ بلند پر کس لیے فائز کیا جا رہا ہے، خداوندِ عالم نے فرمایا اِنِّي اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، چنانچہ فریقین کے علم و فضل کو جاننا رکھا گیا۔ حضرت آدم اس امتحان میں کامیاب

ہوئے اور خلافتِ ارضی سے نوازے گئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بارگاہِ ربانی میں عظمت و تفصیلت کا معیار و مدار صرف علم ہے۔

وہی اسلام میں علم کو جو بلند مقام حاصل ہے اس کے کشف و انکشاف کے لیے صرف ہی دلیل کافی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے یہ آیت کہ یہ نازل ہوئی:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

اپنے اس پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھ جس نے پیدا کیا ہے
 مذکورہ صدر آیت سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ جملہ مشاغلِ حیات میں علم حاصل کرنے سے زیادہ ضروری کام دوسرا کوئی نہیں۔ ورنہ سب سے پہلے پڑھنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ چونکہ حضور کے لیے اس کائناتِ ارضی کا معلمِ اعظم ہونا مقدر ہو چکا تھا اس لیے حصولِ علم سے زیادہ ضروری چیز آپ کے لیے اور کیا ہو سکتی تھی۔ آپ نے یہ عذر بھی پیش کیا کہ کُنْتُ بَقَارًا مِثْلَ بَقَرَاتِهِمْ پڑھا ہوا نہیں ہوں، بلکہ یہ عذر قبول نہ ہو سکا اور بار بار پڑھنے پر اصرار کیا گیا۔ حضور کو بارگاہِ ربانی میں یہ دعا کرنے کے لیے مامور کیا گیا:

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اور آپ فرمادیں کہ اے رب میرے علم کو بڑھا دے

معلمِ اعظم کا عہدہ جلیلہ

خداوندِ کریم نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الانبیاء والمرسلین کے منصبِ رفیع پر فائز کیا اور وہ مرتبہ و مقامِ نبی جہاں انسانی عزت و عظمت کی سب بلندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

ح۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۱۔ سورہ علق

۲۔ بخاری شریف

وہاں معلم اعظم کا منصب بھی عطا کیا۔ قرآن کریم میں فرمایا:

تَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ
كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو
ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے،
اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔
مذکورہ صدر آیت کریمہ میں حضور کے چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے:-

○ تلاوت آیات

○ تزکیہ نفوس

○ تعلیم کتاب

○ تعلیم حکمت

۱۔ پہلا فریضہ یہ ہے کہ آپ کتابِ الہی کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔
۲۔ دوسرا فرض یہ ہے کہ آیاتِ الہی کے ذریعہ آپ ان کو اخلاقِ علیہ اور کفر و شرک کی نجاست
سے پاک کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا فریضہ یہ ہے کہ آپ کتاب کی تعلیم دیتے یعنی اس کے مطالب و معانی اور مندرجہ محتاق
سے آگاہ کرتے ہیں۔

۴۔ چوتھا فریضہ تعلیمِ حکمت ہے۔

تلاوت و تزکیہ

مذکورہ صدر چاروں فرائض کو جدا گانہ طور پر بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں امور
احکامِ الہی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بحاجہ کو قرآن کریم پڑھ

کہ جانتے یا مانا، جس اس کی تلاوت کرتے تو تلاوت آیات کے فریضہ کی ادائیگی بس اسی سے ہو جاتی، تزکیۂ نفوس کے لیے بڑی محنت و کاوش و درکار ہے۔ تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ نبی امت کے سامنے اپنی عملی زندگی اور سیرت، کہ دار کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے اور اس طرح اس کی حیات طیبہ لوگوں کو اخلاقِ قبیحہ اور کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے میں بڑی حد تک مدد دیتی ہے۔ یہ تزکیۂ نفوس کا فریضہ ہے۔

تعلیم کتاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا فرض منصبی تعلیم کتاب ہے اور اسی کے پیش نظر حضور معلم اعظم کے منصبِ عالی پر بھی فائز تھے۔ ظاہر ہے کہ تعلیم کتاب تلاوت سے مختلف ہے ورنہ دونوں کو الگ الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ خصوصاً اس کتاب میں جو چودہ صدیوں سے فصاحت و بلاغت کے بلند ترین مقام کی حامل رہی اور کائناتِ ارضی کے ادبار و بلبغا کو دعوتِ ہسل من مباس من (کوئی میدان میں کرنے والا ہے، دیتی چلی آتی ہے، جس کا ایک لفظ تو کیا ایک شوٹہ بھی معنویت و مقصدیت سے خالی نہیں۔

تلاوت اور تعلیم کتاب کے دونوں فرائض میں اس لیے بھی فرق و امتیاز پایا جاتا ہے کہ تعلیم کتاب کا ذکر تلاوت کے بعد کیا گیا ہے۔ وحی کے الفاظ سنا دینے سے تلاوت کا فرض ادا ہو جاتا ہے مگر تعلیم کا فرض ہنوز باقی رہتا ہے۔ کتاب کی تعلیم کے معنی تلاوت کی طرح کتاب کے الفاظ کا سنا دینا یا پڑھا دینا یا دوسروں کو یاد کروا دینا نہیں بلکہ الفاظِ قرآنی کی تلاوت کے بعد جو آپ کا پہلا کام تھا اس کے مشکل مطالب کو حل کرنے، مجمل معانی کو سمجھانے اور اپنی زبان اور عمل سے ان کی شرح و تفصیل کر دینے کا نام تعلیم کتاب ہے۔ یہ آپ کا تیسرا فریضہ تھا۔ آپ کی اسی زبانی و عملی شرح و تفصیل کو صحابہ اور تابعین نے اپنی روایت و عمل کے ذریعہ سے محفوظ رکھا اور وہ احادیث و سنن کے نام سے موسوم ہے۔

تعلیم حکمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا فریضہ حکمت سکھانا ہے۔ حکمت کی تفسیر و توضیح میں اہل لغت اور مفسرین کے لفظوں اور جملوں کے

- مشہور لغوی ابن درید کا قول ہے کہ:-
- ”ہر وہ بات جو مجھے نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے حکمت ہے“ ۱
- جوہری لکھتے ہیں:-
- ”حکمت علم اور حکیم عالم کو کہتے ہیں“ ۲
- صاحب لسان العرب فرماتے ہیں:-
- ”بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے حاصل کرنے کو حکمت کہتے ہیں“ ۳
- امام مالک کا قول ہے:-
- ”دین کا فہم و ادراک اور اس کی پیروی حکمت ہے“ ۴
- امام شافعی فرماتے ہیں:-
- ”میں نے قرآن کے ان علماء سے سنا جن کو میں پسند کرتا ہوں کہ حکمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا نام ہے اور آپ کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی“ ۵
- لغت اور علمائے قرآن کے مذکورہ صدر اقوال سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ یہ سب اقوال ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیریں اور ایک ہی حقیقت کی متعدد تفسیریں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال جن کے اصطلاحی نام احادیث و سنن ہیں۔ کتاب الہی کی عملی و زبانی تشریحات ہیں۔ کتاب الہی وحی ربانی ہے اور احادیث و سنن سفینہ نبوی کی المامی حکمتوں کی ترجمان ہیں۔

۱۔ جہرۃ اللغة لابن درید

۲۔ صحاح اللغة ج ۲ ص ۲۶۶

۳۔ لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۰

۴۔ تفسیر ابن جریر

۵۔ الرسالة للشافعی ص ۲۴-۲۸

امام المفسرین ابن جریر طبری اختلافی اقوال کو نقل کرنے کے بعد آخری فیصلہ یہ صادر کرتے

ہے :-

” ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حکمت ان احکام الہی کے علم کا نام ہے جو رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات سے معلوم ہوتے ہیں ۔“

خلاصہ بحث یہ ہے کہ حکمت نبویؐ وہ نورِ نبوت اور الہامی معرفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ودیعت کیا تھا اور چونکہ آپ کے سنن و اقوال

آپ کی اسی ودیعت شدہ حکمت نبویؐ کی پیداوار اور آثار و نتائج ہیں۔ اس لیے ان پر بھی حکمت

کا اطلاق درست ہے۔ اس لیے یہ بات صاف ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب کے

بعد آخر حکمت کی تعلیم دیتے تھے؛ ظاہر ہے کہ جس حکمت کی تعلیم آپ دیتے تھے وہ خود آپ

کے سینہ میں موجود اور محفوظ تھی۔ جو چیز انسان کے پاس نہ ہو وہ دوسروں کو کیا بخش سکتا ہے

اگرچہ اس حکمت کا اصلی سرچشمہ سینہ نبوت تھا لیکن یہ فیض حسب استعداد پیغمبر کی اتباع میں

دوسروں کو بھی ملتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ سچی اور صحیح بات کو بہت آسانی سے سمجھ لیتے،

قبول کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ حکمت ہر نیکی کی جڑ اور ہر مصلحتی کی اصل ہے۔ پھر اس

سے بڑھ کر دنیا میں اور کیا دولت ہو سکتی ہے؟ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَنْ يُؤْتِنَا الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت نیکی دی گئی۔ ۱

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض چہارگانہ کی تفصیلات کے بعد سوال یہ پیدا

ہوتا ہے کہ آپ نے ان کی ادائیگی اور معلمِ عظیم کے منصبِ جلیل کی کمٹن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ

ہونے کے سلسلہ میں کیا قدم اٹھایا؟ اور اس ضمن میں کون سی مساعی جلیلہ انجام دیں۔ اس کا

جواب ”ندرجہ ذیل حقائق سے ملے گا۔

۱۔ تفسیر ابن جریر

علمِ ظہورِ اسلام سے قبل و بعد

ظہورِ اسلام سے قبل عربوں میں علم کا ذوق و شوق تو کجا شرفاء میں لکھنے پڑھنے کو عیب سمجھا جاتا تھا۔ پڑھے لکھے آدمی خال خال نظر آتے تھے۔ مورخ بلاذری کے بیان کے مطابق مکہ کے شہر میں کل سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسلام آیا تو مسلمانوں کا ایک ایک گھر تفسیرِ حدیث اور فقہ کا دارالعلوم بن گیا۔ اسلامی رو سے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ ہر جماعت اور ہر قبیلہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جو تعلیم و تبلیغ کا فرض انجام دے سکیں۔

خاتمِ الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے عازمِ مدینہ ہوئے تو شہزادہ نامی ایک کافر نے انعام کے لالچ میں آپؐ کا تعاقب کیا مگر آخر کار امان طلب کی۔ سفرِ ہجرت میں حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فیہرہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے امان نامہ لکھا یہ واقعہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ دورانِ سفر بھی لکھنے پڑھنے کا سامان ساتھ رکھا کرتا تھا۔

قرآن مجید میں فرمایا:-

”اور سب کے سب مسلمان تو سفر کر کے مدینہ نہیں آسکتے۔ اس لیے ہر قبیلہ سے ایک گروہ کو آنا چاہیے تاکہ وہ علم دیں حاصل کریں اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرائیں شاید یہ لوگ بری باتوں سے بچیں“

عہدِ رسالت میں اشاعتِ علم

مذکورہ صدر آیت کے پیش نظر چونکہ مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو نہ صرف شریعت کے ادا و نواہی سے واقف ہوں بلکہ شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے سے تمام تر اسلامی رنگ میں ڈوب جائے جس کی گھٹا رو کہ دارالباہجیت نشست برخواست، قول و عمل ایک ایک چیز نور و نبوت کے پر تو سے منور ہو تاکہ وہ تمام ملک کے لیے نمونہ عمل بن سکے۔ اس لیے عرب کے ہر قبیلہ سے ایک جماعت آئی تھی اور آپؐ کی خدمت میں رہ کر دینی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 ”عرب کے ہر قبیلہ کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا
 اور آپ سے مذہبی امور دریافت کرتا تھا۔ داعیانِ اسلام جو مختلف علاقوں میں سے
 بھیجے جاتے تھے ان کو ہدایت کی جاتی تھی کہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وطن
 چھوڑ کر مدینہ آجائیں اور یہیں آکر بود و باش اختیار کریں۔ اس کا نام ہجرت تھا۔
 اسی بنا پر عرب کے بہت سے خاندان تحصیلِ علم کے لیے اپنے گھروں سے ہجرت
 کر کے مدینہ چلے آئے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری آئے تو اسی شخصوں کو لے
 کر آئے اور مدینہ میں آباد ہوئے“

عہدِ نبویؐ کا نظامِ تعلیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصرِ حجد میں تعلیم و تدریس کے مختلف طریقے تھے۔ ایک طریقہ
 یہ تھا کہ باہر سے آنے والے کچھ عرصہ خدمتِ اقدس میں رہ کر عقائد اور فقہ کے ضروری
 مسائل سیکھ لیتے تھے اور اپنے قبائل میں واپس جا کر ان کو تعلیم دیتے تھے مثلاً مالک بن حویر
 نے مدینہ آکر بیس دن قیام کیا اور ضروری مسائل کی تعلیم حاصل کی۔ جب واپس جانے لگے
 تو آپ نے فرمایا:-

”اپنے خاندان میں واپس جاؤ۔ ان میں رہ کر ان کو دینی مسائل سکھاؤ اور جس

طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو“

اصحابِ صفہ

سالارِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا طریقِ تدریس یہ تھا کہ لوگ مستقل طور پر آکر مدینہ
 میں سکونت پذیر ہوتے اور علمِ دین حاصل کرتے تھے۔ مسجدِ نبویؐ کا صحن جسے صفہ کہا جاتا
 تھا۔ ان کی درس گاہ تھی۔ اس میں زیادہ تر وہ لوگ قیام کرتے تھے جو تمام دنیوی تعلقات
 سے آزاد ہو کر شب و روز خدمتِ علم میں مصروف رہا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت

ہے کہ:

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس وقت مسجد میں دو حلقے تھے۔ ایک حلقہ ذکر۔ دوسرا حلقہ درس۔ آپ حلقہ درس میں بیٹھ گئے اور فرمایا مجھے خدا نے معلم بنا کر بھیجا ہے۔ ان طلب علم کو قرار کتے تھے۔ تبلیغ عربیہ میں جو لوگ تبلیغ و تعلیم کے لیے گئے تھے اور کفار نے ان کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا وہ اسی درس گاہ کے تربیت یافتہ تھے۔

ارباب سیرنے لکھا ہے کہ:-

”ان لوگوں میں سے جب کوئی شادی کر لیتا تھا تو اس جماعت سے نکل آتا تھا اور ان کے بجائے دوسرے لوگ شامل ہوجاتے تھے“

اصحاب صفہ صرف راہِ علم ہی کے جاہدہ پیمانہ تھے بلکہ میدانِ جہاد کے غازی بھی تھے۔ چنانچہ وہ غزوات میں حصہ لیتے اور دادِ شجاعت دیتے تھے۔

اصحاب صفہ اگر چہ زرواں سے بہرہ ور نہ تھے تاہم صبر و قناعت اور سکون و الطینان سے ضرور مالا مال تھے۔ فقر و انلاں کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ جس کو گردن سے باندھ کر گھٹنوں تک چھوڑ دیتے تھے۔ وہ چادر اور تہ بند دونوں کا کام دیتا تھا جفاکشی کی حد یہ تھی کہ جنگل میں جا کر ٹکڑیاں چن لاتے تھے اور ان کو فروخت کر کے آمد خیرات کو دیتے تھے اور آدھا اپنے ہم مکتب بھائیوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔ اس درس گاہ کے فاضل معلمین میں مشہور صاحب علم صحابی جہادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو حضرت عمر نے اپنے عہدِ خلافت میں قرآن و فقہ کی تعلیم کے لیے فلسطین بھیجا تھا۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ درس گاہِ صفہ کے علاوہ اور بھی کوئی جگہ تھی جہاں اصحاب صفہ رات کو تعلیم پاتے تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:-

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ میں سے ستر شخص

رات کو ایک معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک درس میں مشغول رہتے تھے“

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ جب اسلام آیا تو تحریر و کتابت کا فن بھی گویا ساتھ لے کر آیا۔ سب سے بڑی ضرورت قرآن مجید کے ضبط و تدوین کی تھی۔ نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے کتابت کی ترویج کی طرف توجہ فرمائی۔ بغزوة بدر میں قریش کے کچھ آدمی گرفتار ہوئے جو لکھ پڑھے تھے۔ آپ نے فرمایا:-

”اگر تم دس دس بچوں کو لکھا پڑھنا سکھا دو تو تم آزاد ہو“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں لکھنے پڑھنے کو کیا اہمیت تھی! ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحابِ صفحہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی اس میں لکھنا بھی داخل تھا۔ چنانچہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے ساتھ لکھنے کی بھی تعلیم دیتے تھے۔

مدینہ منورہ کا اولین مکتب

۱۲؎ دہشت نبویؐ کا واقعہ سے کہ مدینہ منورہ سے کچھ انصاریج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ ان میں سے بارہ حضرات نے منیٰ کے قریب حقیقہ اولیٰ کے پاس رات کو آپ سے ملاقات کی۔ ان بارہ آدمیوں میں پانچ آدمی تو وہ تھے جو پچھلے سال اسلام لائے اور بیعت کر چکے تھے۔ ان کے علاوہ سات آدمی نئے تھے۔ ان سب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ تاریخ میں اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک مدینہ منورہ کے صرف بارہ آدمی ہی مشرف باسلام ہوئے تھے۔ ان بارہ آدمیوں کی کوشش سے کچھ اور لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور جو ب مسلمانوں کی تعداد ۴۰ نفوس تک پہنچ گئی تو مدینہ والوں نے آپ کو اطلاع بھیجی اور لکھا کہ:

”ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھا سکے“

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ یہ مدینہ منورہ کا پہلا مکتب تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی وہاں قائم ہو چکا تھا اور جس کے معلم حضرت مصعب بن عمیر تھے۔ مدینہ منورہ میں یہ مکتب کوئی نئی چیز نہ تھی۔ یہودیوں کے مکتب اور مدریسہ اس سے پہلے بھی وہاں موجود تھے۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو برابر یہ کوشش فرماتے رہے کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ لکھنے پڑھنے کا رواج ہو سکے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الاصابہ فی اصحاب الصحابہ" میں حکم بن سعید بن العاص کے حالات میں لکھا ہے:-

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کا نام تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ دیا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اہل مدینہ کو لکھنا سکھائیں کیونکہ وہ ایک اچھے کاتب تھے۔" لے

غیر زبانوں کی تعلیم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا کردہ مدارس میں زیادہ تر قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ تاہم اس کے علاوہ دوسری زبانوں کو سیکھنے کی ترغیب بھی دی جاتی تھی۔ چنانچہ ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت زید بن ثابت کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس مختلف خطوط آتے رہتے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی دوسرے آدمی سے یہ خطوط پڑھوائے جائیں۔ کیا تم عبرانی سیکھ سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں سیکھ سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے وہ زبان سترہ دنوں میں سیکھ لی تھی" لے

مورخین اور محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صرف عبرانی اور سریانی زبانیں ہی نہیں سیکھی تھیں بلکہ ان کے ساتھ فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی جانتے تھے۔ اور ان زبانوں کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ترجمانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تبین وحی میں سے بھی ہیں۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے کاتبین وحی تھے جن کی تعداد کم از کم تیس یا چالیس تک پہنچتی ہے۔

ان تعریحات سے اس علمی شخص کا ایک سرسری سا اندازہ ہو سکتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کے فروغ دینے سے تھا۔ مختلف علاقوں میں جو حاکم اور گورنر مقرر کر کے بھیجے

جاتے تھے۔ ان کے فرائض میں تعلیم قرآن و سنت بھی شامل ہوتی تھی۔ بعض مقامات پر دو دو گورنر مقرر کر کے بھیجے جاتے تھے۔ ایک گورنر کے ذمہ انتظامی معاملات ہوتے تھے اور دوسرے گورنر کے ذمہ تعلیم و تربیت کے معاملات ہوا کرتے تھے۔ وہ حاکم اور گورنر سے زیادہ معلم اور مبلغ ہوتے تھے جو اپنے ماتحت علاقوں میں علم کی روشنی بھی پھیلاتے تھے۔

شخصی علم سے متعلق حضور کے ترغیبی ارشادات

خاتم الانبیاء والمرسلین کے مندرجہ ذیل زریں ارشادات اس بات کے آئینہ دار ہیں کہ علم کو بارگاہ نبوی میں کیا مرتبہ و مقام حاصل ہے۔

”علم کی تلاش ہر مسلم پر فرض ہے۔“

”عالم کی مثال زمین میں ایسی ہے جیسے آسمان پر ستارے کہ خشکی اور قوی کی تارکیوں میں ان سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اگر ستارے ماند پڑ جائیں تو راہنما بھی راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔“

”خدا جس آدمی کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔“
”جو شخص طلب علم کے لیے اپنے گھر سے نکلے تو جب تک وہ واپس نہ آجائے اس کا درجہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہوتا ہے۔“

”ہر عامل کی بات سوسن کی کھوئی ہوئی دولت ہے وہ اسے جہاں سے بھی مل جائے حاصل کر لیتی چاہیے کیونکہ وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔“

”عالم کی مثال عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم سے ایک ادنیٰ مسلم پر ہے۔“

لے طبرانی برایت ابی سعید ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

لے سند احمد از انس بن

لے بخاری و مسلم

لے ترمذی از ابن عباس

اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق حتیٰ کہ چوہنیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس آدمی کے لیے دعائے رحمت کرتی ہیں جو لوگوں کو کوئی بھلائی کی بات سکھادے۔ ۱

”ایک مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے نیک اعمال میں سے جو چیز پہنچتی ہے وہ علم ہے جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ وہ صالح اولاد ہے جو اس نے سچھے چھوڑی، یا قرآن جو اس نے کسی کو دیا یا کوئی مسجد تعمیر کر دی یا مسافر خانہ تعمیر کیا یا نہر کھودی یا صدقہ جو اپنی صحت اور زندگی میں دیا وہ اس کی ذمات کے بعد اس کو ملے گا۔“ ۲

اشاعتِ علم میں مسلمانوں کا حصہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ صدر ارشادات کا اثر یہ ہوا کہ لوگ طلبِ علم کی لگن میں بڑھی سے بڑھی آزمائشوں سے بھی نہیں گھبراتے تھے اور ایک ایک بات کا علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے سفر تک اپنے لیے معمولی بات بن گئے تھے۔ خلافت راشدہ کے دور میں درس و تدریس کی نئی راہیں کھلیں۔ باقاعدہ معلم مقرر کیے گئے جن کو بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ بعد کے تاریخچی ادوار میں مسلمانوں نے علم اور علماء کو ہمیشہ قدر دانی کی نگاہ سے دیکھا۔ علم کی اشاعت کا تب کی تعمیر اور تصنیف و تالیف کی حوصلہ افزائی کرنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ مدارس کی تعمیر کا سلسلہ اسلام میں عہد نبوی سے شروع ہوا۔ مسجد نبوی اور اس کا ساہبان جیسے صفحے تھے اولین اسلامی یونیورسٹی تھی۔ معلمِ اعظم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اولین استاد تھے اور اصحابِ صفحہ اس یونیورسٹی کے اولین طلبہ تھے۔

بہر حال یہ تھا وہ نظامِ تعلیم جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت میں رائج تھا۔ ان تفصیل سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تعلیم و تعلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کوئی پیشہ ورانہ مشغلہ نہیں تھا جس سے کوئی ذاتی نفع اندوزی مقصود ہو بلکہ یہ ایک خالص دینی

ادارہ تھا جو تکمیل انسانیت، رضائے الہی اور خدمت خلق کے جذبہ کے پیش نظر جاری تھا اور آج تک جاری ہے۔ اس نظام تعلیم کو ہمارے موجودہ نظام تعلیم سے کوئی نسبت نہیں ہو ایک خالص پیشہ ورانہ مشغلہ بلکہ ذریعہ تجارت بن چکا ہے۔

یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان نظر اور آپ کے مکتب ہی کی کرامت تھی جس نے ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضوان اللہ علیہم جیسے تلامذہ پیدا کیے۔ جب حصول علم کی عرض و غایت بدل گئی، علم کا مقصد رضائے الہی کے بجائے تحصیل عز و جاه کبر و عجز، نمود و نمائش اور شکم پروری قرار پایا تو وہی علم جس نے ابو ذر غفاری، بلال حبشی اور ابو ہریرہ دوسری جیسے خداداد دست پیدا کیے تھے ایسے انسانوں کو برائے کار لایا جو خدا سے باغی۔ رسول سے دور اور دین سے نفور ہیں۔ جب علم اور دین باہم مربوط تھے اس وقت رازی، غزالی، بوعلی سینا اور ابن رشد پیدا ہوئے تھے اور جب علم نے دین سے منہ موڑ لیا تو زکوٰۃ کو ٹیکس، معراج النبی کو افسانہ اور قرآن کو کلام بشر کہنے والے پیدا ہو گئے۔ عربی کی شد بد رکھنے والے مفسر قرآن بن بیٹھے۔ یہ بے دین نظام تعلیم کی ادنیٰ کرشمہ سازی ہے اور جیب تک اس نظام کا کایا پلٹ نہ ہو جائے اس سے اسی قسم کے برگ و بار پیدا ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

حضرت علامہ نے سچ فرمایا۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کس سے آئے صدائے لاله الا اللہ

اطلاع

آئندہ ماہ (اکتوبر) کو ترجمان الحدیث کی جلد ثانی مکمل ہو رہی ہے۔ جن خریداروں کی جلد ثانی نامکمل ہو وہ مطلوبہ پرچہ دفتر سے منگوا سکتے ہیں

(انٹرنیٹ دفتر ترجمان الحدیث ر، ایک روڈ لاہور) © rasailojaraid.com